وسطِ ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کے ایک ہزار طلبہ کو اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے لیے

دار العلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق کی پیش کش

مولانا عبد القیوم حقانی صاحب

اسلام آباد ۹ ر دسمبر ۱۹۹۱ء دار العلوم حقانیہ کے مہتمم سینیٹر مولانا سمیع الحق نے سوویت یونین کے نو آزاد مسلم ریاستوں کے ایک ہزار طالب علموں کو اپنے ادارہ دار العلوم حقانیہ اور حلقہ اثر ملک کے دیگر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے تمام سہولتیں مفت فراہم کرنے کی پیشکش کی ہے مولانا سمیع الحق نے کہا ایسے طالب علموں کے لیے قیام وطعام وغیرہ کی جملہ آسائشیں بھی فراہم کی جائیں گی مولانا سمیع الحق نے یہ اعلان آج اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا اور کہا ان نو آزاد مسلم ریاستوں کی اس وقت اولین ضرورت اقتصادی اور تجارتی روابط سے بڑھ کر دینی علوم کی تعلیم کی سہولتیں میسر کرانا ہے کیونکہ وہاں دینی علماء اور اساتذہ کا سلسلہ نہ ہونے کے برابر ہے اور وہاں کے مسلمان قرآن و سنت اور اسلامی احکام کی تعلیم کے لیے جید علماء کے محتاج ہیں اور یہ پاکستان اور اعلیٰ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کی یہ ضرورت فوری طور پر پوری کریں مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمارے ہاں اعلیٰ دینی تعلیم کے سرکاری ادارے نہیں ہیں اس کے لیے ہم اپنے اداروں کے ذریعہ یہ ضرورت اعلیٰ طریقہ سے پوری کرا سکتے ہیں جبکہ ہمارے اسلامی علوم کے ذخیرہ علوم قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی ارتقاء اور تدوین ان ہی ریاستوں کے جید فقہاء اور علماء کی مرہون منت ہے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم فوری طور پر ایسے طلباء کے لیے طویل المیعاد کورسوں کے علاوہ مختصر المیعاد کورس بھی بنا سکتے ہیں مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اب یہ حکومت کا فریضہ ہے کہ ان دنوں جبکہ آذربائیجان وغیرہ مسلم ریاستوں کے وفود پاکستان کا دورہ کرنے والے ہیں ہماری اس پیشکش سے انہیں آگاہ کرے اور وہاں کی مسلم ریاستوں سے ہماری اس پیش کش کے مسئلہ میں رابطہ قائم کر کے ایسے طلباء کو جلد از جلد پاکستان آنے کی سہولت مہیا کرے۔ (پریس ریلیز)

کسی بھی قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ صحیح تربیت اور قومی شعور سے خالی ہو۔ آج دنیا کے نقشے میں مسلمان قوم جو ہر لحاظ سے ہر طرح کی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ دینی اور دنیوی دولتوں سے بھی مالا مال ہے۔ مگر بدقسمتی سے من حیث القوم اسے نیک و بد کی تمیز نہیں رہی وہ اپنے دوست دشمن کی پہچان میں انجان ثابت ہو رہی ہے وہ اپنے پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہے۔ اپنے رہنماؤں اور قائدین کا احتساب کرنے، قومی مجرموں کو سزا دینے کی جرات باقی نہیں رہی وہ خود غرض رہنماؤں کی چرب زبانی اور شیریں کلامی سے مسحور ہو جاتی ہے اور ہر مرتبہ نیا دھوکہ کھانے کے لیے تیار رہتی ہے آج مسلمان قوم من حیث القوم اپنے کردار و عمل اور اجتماعی ترجیحات کی بنا پر اپنی تمام تر دینی ترقیات اور دنیوی سرفرازیوں کے باوصف قابل اعتماد نہیں رہی وہ پیشہ ور اور خود غرض رہنماؤں اور منافق قائدین کا کھلونا بن چکی ہے ان کو قوم کی سادہ لوحی اور بے شعوری کی بنا پر من مانی کارروائیاں کرنے کا موقع ملتا ہے اور ان کو اس کا اطمینان ہوتا ہے کہ کبھی ان کا محاسبہ اور ان سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

تمام مسلم ممالک اور وسطِ ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کے متعلق اگر ہم یہ کہنے سے احتیاط کریں کہ خالص دینی بیداری اور اسلامی انقلابی شعور سے بالکل محروم ہیں تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا خالص مذہبی شعور بہت کمزور ہے وہ بیداری کی ابتدائی منزل میں ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی ذلت و ادبار اور پٹنے و لٹنے کے باوجود بھی خیر خواہ اور بدخواہ کے ساتھ ان کا معاملہ تقریباً یکساں ہے بلکہ قسمتی سے مسلمانوں کے بدخواہ اور غیر مخلص اشخاص اور اقوام مسلمانوں کے ہر دلعزیز اور ان کے معتمد ساتھی بنتے جا رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مومن سانپ کے ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا"؛ لیکن مسلمان ممالک کے باشندے ہزار ہزار بار ڈسے جانے کے لیے تیار رہتے ہیں اور اب وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کو بھی انہی مراحل سے گزارا جا رہا ہے۔

بدقسمتی سے آج اسلامی تعلیمات سے بُعد اور منصب نبوت پر اعتماد میں ضعف کے پیش نظر مسلمانوں کا حافظہ بھی نہایت کمزور ہو چکا ہے وہ اپنے قائدین اور رہنماؤں کے ماضی بلکہ ماضی قریب ہی کے واقعات کو بھی فوراً بھول جاتے ہیں ان کا دینی اور اسلامی شعور کمزور اور انقلابی سیاسی شعور تقریباً ناپید ہے یہی وجہ ہے کہ آج وہ غالب قوموں، خود غرض طاقتوں بالخصوص امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے لیے بازیچۂ اطفال بنے ہوئے ہیں۔

جبکہ اس کے بالعکس مغربی اقوام روحانی اور اخلاقی افلاس اور تمام تر خرابیوں کے باوجود شہری سیاسی اور قومی شعور کی مالک ہیں وہ سیاسی بلوغ کو

پہنچ چکی ہیں وہ اپنے نفع و نقصان کو پہچانتی ہیں وہ مخلص و منافق، اہل و نا اہل کے فرق کو جانتی ہیں وہ اپنی قیادت ایسوں کے سپرد نہیں کرتیں جو نا اہل ضعیف اور خائن ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ قومیں سیاسی پیشہ وروں اور نا اہل اور خائن راہنماؤں سے محفوظ ہیں ان کے سیاسی رہنما اور ان کے نمائندے بھی محتاط اور امانت دار بننے پر مجبور رہیں وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں قوم کی سرزنش عوام کے عتاب و احتساب اور رائے عامہ کی قہرناکی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ یہ نوآزاد مسلم ریاستیں بھی اسی ڈگر پر چل پڑیں اور ان کے دینی، اسلامی، انقلابی، تہذیبی اور فکری و تعلیمی تربیت کا اہتمام نہ کیا گیا تو ان کا رخ بھی آسانی کے ساتھ ہر طرف موڑا جاسکتا ہے بڑی طاقتیں اور اسلام دشمن قوتیں ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرتی رہیں گی اور جس طرف چاہیں گی ایک لاٹھی سے ہانک کر لے جائیں گی ـــــ جب عام اسلامی ممالک میں آزادی اور خودمختاری کے باوجود معیار اور قدریں بگڑ چکی ہیں انسانیت کی جڑیں ایک مجرمانہ عشرت پسندی اور دوسری طرف نامراد محرومی اور غیر ملکی تسلط و اقتدار اور ان کی جارحانہ پالیسیوں کے ہاتھوں کھوکھلی ہو رہی ہیں ـــــ پھر نوآزاد مسلم ریاستوں میں تو ۹۰ سال سے ایمان و اسلام اور اخلاقی اقدار کو گھن لگا رہا۔ دلوں سے ان کی عظمت نکلتی رہی اور جاہلیت قدیمہ کی طرح صرف چند بے جان اور بے روح مراسم کا نام مذہب باور کرایا جاتا رہا ہے ـــــ لاریب انہیں آزادی حاصل ہوگئی اور وہاں اسلامی ریاستوں کی تشکیل اور مسلمان حکومتوں کے قیام اور ان کے استحکام کا عمل شروع ہوچکا ہے مگر اس کے باوجود وہاں دینی تعلیم کے فقدان اور مذہبی تربیت کے مستحکم اداروں کے ناپید ہونے کی وجہ سے انسانی ضمیر گندہ، روح متعفن اور جاہلی روایات اور فرضی رسومات کا تسلط تاہنوز برقرار ہے۔

اس وقت نوآزاد مسلم ریاستوں کے مادی تعاون سے بڑھ کر اقدام اور ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ شہریوں کے تمام طبقات اور عوام میں صحیح دینی اور اسلامی شعور پیدا کیا جائے جمہور کی عقلی، مدنی، علمی، دینی اور سیاسی تربیت کی جائے وہاں سکولوں کی کثرت یا مراعات یافتہ طبقہ کے اقتدار اور غلبہ یا خود کو روسی تسلط سے آزاد کرا لینے کی ہمت اور دنیا سے اپنی آزاد ریاستوں کو تسلیم کروا لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قوم میں اسلامی اور دینی شعور بھی موجود ہے اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ آزادی کی تحریکوں اور انقلابی کردار سے شعور کے بیدار کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے لیکن شعور پیدا کرنے کے لیے بہرحال مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے مستقل دینی اداروں، آزاد جامعات اور مسلم ممالک میں ان کی بھرپور تربیت کی ضرورت ہے۔

وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں میں دلچسپی رکھنے والے تمام اسلامی ممالک، مسلمان رہنماؤں، دینی قیادت تعلیمی اداروں تبلیغی تحریکوں کے رہنماؤں اور اصلاحی کام کرنے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قوم میں بھی فکر و تدبر کی کمی ہے منصب نبوت کی پہچان اور اس پر اعتماد کا فقدان ہے اسلامی انقلاب اور اس کے فکری لائحہ عمل سے وقوف نہیں ہے وہ قوم ہرگز اعتماد کے لائق نہیں خواہ اس کو اپنے انقلاب اور اپنے قائدین پر کتنا ہی اعتماد ہو اور وہ ان کی پیروی اور اطاعت میں کیسی ہی چستی اور سرگرمی دکھلائے اور ان کی دعوت پر کتنی ہی عظیم قربانیاں پیش کرے۔ اس لیے کہ جب تک اس کا شعور تیار نہیں، وہ اسلامی انقلاب کے ثمرات جانتی نہیں اسے نظام اسلامی کی جامعیت و ہمہ گیری معلوم نہیں جب تک وہ دینی اعتبار سے بالغ نظر اور رسخیۃ خیال نہیں ہوتی ہر آن اور ہر لمحہ اس کا خطرہ ہے کہ وہ کسی دوسری دعوت اور کسی دوسری تحریک کا آلۂ کار بن جائے گی اور آن کی آن میں آزادی کی تمام جدوجہد، قربانیوں کے تمام ریکارڈ اور انقلاب کی تمام تر توقعات پر پانی پھر جائے گا۔

یہ اسلامی شعور دینی تعلیم اور قرآن و سنت کے علوم ہی کی برکت تھی کہ بنی امیہ کو اپنا شاہی اقتدار قائم رکھنے میں بڑی زحمتیں پیش آئیں اسلامی شعور دینی روح اور قرآنی تعلیم نے بارہا اس کے اقتدار کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بارہا اس عرب شاہی کے خلاف علم جہاد بلند کیا اموی فرمانرواؤں کو اس وقت تک سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوا جب تک کہ وہ نسل ختم نہیں ہو گئی جس نے اسلامی اصولوں پر تربیت پائی تھی اور جو خلافت اسلامی اور اسلام کے نظام حکومت اور طریق حکمرانی سے عشق رکھتی تھی اور اس سے انحراف کو بدعت اور تحریف کا مترادف سمجھتی تھی۔

بہرحال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی طرح کی اصلاح کوئی تحریک اور کوئی معاشی یا سیاسی انقلاب شعور کی بیداری اور ذہنوں کی تیاری کے بغیر وقوع میں نہیں آتا۔

اگر عالم اسلام واقعۃً بھی وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اسلامی انقلاب کا خواہاں ہے تو اسے وہاں پر دینی تعلیم اور اسلامی شعور کی بیداری کا کام کرنا ہوگا اور اگر حکومت پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے مطالبے کو منظور کرکے وہاں کے مسلمانوں اور ارباب حکومت کو یہ پیغام پہنچا دیتی ہے اور وہاں سے ایک ہزار طلبہ یہاں آکر قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرکے اپنے ملک چلے جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ وہاں کے ایک ہزار حلقوں میں دینی شعور کی بیداری کا کام شروع کردیں گے جس دینی جذبے اور اسلامی حریت اور ولولہ جہاد سے ان ریاستوں کی آزادی کی تحریکیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں اب اسی جذبہ جہاد اور نظریاتی اساس کا تحفظ دینی تعلیم ہی کی ترویج سے ممکن ہوسکتا ہے۔

اور جب دینی تعلیم کا فقدان ہو، جب نظام اسلام کا نفاذ نہ ہو جب اسلامی شعور بیدار نہ ہو تو پھر دیگر مسلمان ممالک کی طرح ان نوآزاد مسلم

ریاستوں کے قائدین اور اہل اقتدار سے بھی کچھ بعید نہیں کہ وہ کبھی اپنے حقیر فائدہ یا لذت وخواہش کے باتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں یا اس کا بیعانہ کر دیں یا اپنی ہی قوم کو بھیڑ بکری کی طرح فروخت کر دیں یا اپنی قوم کو کسی ایسی جنگ میں جھونک دیں جو اس کی مرضی اور مصلحت کے خلاف ہو ولا فعلہا اللہ.

اکثر اسلامی ممالک میں اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ سامنے آتی رہی ہے کہ قوم اس سب کچھ کے باوجود ایسے قائدین کی قیادت کا جھنڈا لے کر چلتی ہے وہ ان کی زندگی کے نعرے لگاتی ہے ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتی ہے یہ صورتِ حال اس کے سوا اور کس بات کی دلیل ہے کہ قوم کا ضمیر مردہ، اور اس کے قوائے فکریہ معطل اور وہ شعور کی دولت اور دینی تعلیم کے برکات سے محروم ہے۔

آج بھی بہت سے مسلمان ملکوں میں عوام کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا ہے جہاں عوام صرف محنت ومشقت کے لیے اور خواص صرف عیش و عشرت کے لیے ہیں اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی نافرمانیاں ہوتی ہیں اور انسانیت سوز افعال وجرائم کا ارتکاب ہوتا ہے شریعت کے احکام پامال کیے جاتے ہیں لیکن نہ عوام اور جمہور مسلمین میں اس سے غم وغصہ کی کوئی لہر اٹھتی ہے اور نہ کسی قلب کو اس سے اذیت پہنچتی ہے یہ سب درحقیقت انسانی غیرت، اسلامی خودداری اور قرآن وسنت کی تعلیم اور دینی بیداری کے فقدان کا نتیجہ ہے جو نہایت ہی خطرناک صورت حال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نوآزاد ریاستوں میں آزادی کا انقلاب آگیا ہے اور جس کے پس منظر میں جہاد افغانستان ہی کے برکات اور ثمرات ہیں مگر اب بیرونی لابی بالخصوص بڑی طاقتیں افغانستان سمیت ان نوآزاد مسلم ریاستوں کو بھی دیگر مسلمان ممالک کی طرح اسلام سے بھی آزاد کرا دینا چاہتی ہیں۔

اس لیے ہمارے نزدیک کسی انقلاب اور کسی بغاوت کی کوئی قیمت نہیں جب تک کہ اس کی بنیاد میں کوئی پختہ عقیدہ، فکر صحیح اور تربیت یافتہ اور عاقلانہ شعور نہ ہو جب تک کہ رائے عامہ پورے طور پر تیار نہ ہو اس وقت تک کسی تحریک کی کامیابی، کوئی سیاسی انقلاب کوئی آزادی کا انقلاب اور کوئی وزارت یا حکومت کی تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور بالکل قابل اعتبار نہیں ہے مگر قوم میں ان افعال اور اس رویّہ سے نفرت نہیں ہے تو ایک غلط شخص یا غلط جماعت کی جگہ پر دوسرا غلط شخص اور دوسری غلط جماعت آسکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ قوم کو اس کا احساس بھی نہ ہونے پائے اس لیے اصل قابل اعتبار چیز یہ ہے کہ قوم کا ضمیر اور شعور اتنا بیدار ہو جائے کہ وہ کسی غلط چیز اور مجرمانہ فعل کو کسی حالت میں اور کسی شخص کے لیے بھی برداشت نہ کر سکے۔

اس وقت وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں کی بہت بڑی خدمت اور اوّلین ضرورت یہ ہے کہ وہاں کے مسلمانوں میں قرآن وسنت کی تعلیم نظامِ اسلام کی جامعیت اور اسلامی انقلاب کا صحیح شعور پیدا کیا جائے ایسا شعور جو نہ کسی ظلم وناانصافی کو برداشت کر سکے اور نہ دین واخلاق سے انحراف کو، جو صحیح اور غلط، خلوص اور نفاق، کفر اور اسلام، دوست اور دشمن، مصلح اور مفسد کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکے۔ مجرم ان کی ناراضگی اور عتاب سے نہ بچ سکیں اور مخلص ان کے اعتراف اور قدرشناسی سے محروم نہ رہیں۔

اگر دینی تعلیم اور اسلامی شعور کی بیداری پر توجہ دی گئی اگر دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق کی اس پیش کش کو واقعۃً عملی دنیا میں برتنے کے لیے حکومتی سطح پر رابطہ اور وہاں کے طلبہ کو یہاں آنے کی اجازت دیدی گئی تو یقیناً اس کے مثبت اثرات ظاہر ہوں گے قرآن وسنت کی تعلیم کو فروغ حاصل ہوگا دینی بیداری اور اسلامی انقلاب کی لہر اٹھے گی یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر جانے والے علماء کا وہاں پر دینی کردار ہوگا وہ اپنے تمدنی سیاسی اجتماعی اور دینی مسائل ومعاملات میں ایک عاقل وبالغ انسان کی طرح غور کر سکیں گے ان میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ابھرے گی جب تک یہ شعور پیدا نہ ہو کسی بھی اسلامی ملک وقوم کا جوشِ عمل، صلاحیتِ کار، دینی جذبات اور مذہبی زندگی کے مظاہر ومناظر اور محض آزادی کی عظیم قربانیاں کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

جو کچھ بھی ہو جس کیلئے فیضِ محبت
پیہم تپشِ سوزِ نہاں میرے لیے ہے

مریضانِ گناہ کو دو خبر فیضِ پیغمبر کی
بلاقیمت دوا ملتی ہے آئے جسکا جی چاہے

نازنی